جناب ماسٹر محمد عمر خان گڑھ

اسلامی ریاست کی خصوصیات

انسانی سوسائٹی کو قانون الہیٰ کا پابند بنانا اور ایک شیرازہ بند مملکت کے اندر جمع کرنا اسلامی سیاست کا منشا ہے۔ اسلام میں حکمت کا لفظ سیاست کے مفہوم کو پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ملک اور امور مملکت اور قانون کے ساتھ ساتھ بار بار حکمت کا ذکر کیا۔ ارشاد ربانی ہے:

" من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراکثیراً " (کہ خداوندتعالیٰ جس کو حکمت سے بہرہ مند کرتا ہے وہی خیر کثیر کا مستحق ہے) علامہ ابن خلدونؒ سیاست کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

" سیاست اس ذمہ داری کا نام ہے جس کی رو سے عالم انسان نگہداشت (کفالت) کا کام پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے جس کے ذریعے خداوندتعالیٰ کی نیابتی حکومت بندگان خدا میں خدا کے قانون کو نافذ کرتی ہے اور احکام کا اجرا عمل میں لاتی ہے، اس کام میں انسانی بہتری اور مفاد عامہ کا لحاظ رکھتی ہے اور قانون الہیٰ (نظام شریعۃ) کو فیصلہ کن قوت تسلیم کرتی ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون، ص: ۲)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی زندگی کے سیاسی محرکات کو حکیمانہ طرز بیان کے ساتھ پیش کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ " اسلام کے نظام اجتماعی کا تعلق سیاست سے ہے اور سیاست کی اساس معتدل واجبات پر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی جدوجہد کا مدار دو چیزوں پر ہے۔

(۱) صحیح انسانی تہذیب کی تعمیر (۲) امت کی سیاست کی تعمیر

خلافت راشدہ میں سیاسی حکمت عملی کا آفتاب نصف النہار مشرق ومغرب کے سر پر طلوع ہوا۔ اسلامی حکومت کی غایت اپنی سادگی اور عمومیت کے اعتبار سے ایک مستقل اور جداگانہ شئے ہے۔ ابن الطقطقی نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا، وہ فرماتے ہیں: " اسلامی حکومت عام دنیوی حکومتوں سے بالکل ایک الگ اور پیغمبرانہ اوصاف سے مستفیض ہے۔ " انها دولة لم تكن من طرز دول الدنيا وهى بالامور النبوية والا حوال الاخروية اشبه " علامہ ابن خلدونؒ اسلامی نظریہ سیاست کی وضاحت کرتے ہوئے تصریح فرمائی ہے کہ اسلامی حکومت کا قیام ایک قانونی ذمہ داری ہے ایک دنیوی حکومت خالص سیاسی قانون پر مبنی ہوتی ہے۔ اس حکومت کے قیام کے یہ معنی ہیں کہ رائے عامہ اس کے قانون کی اطاعت کرے لیکن ایک دینی حکومت کی تعمیروتاسیس کی بنیاد وہ

قوانین بنتے ہیں جن میں سے ہر ایک قانون خدائی فرض کی شکل میں عائد ہوتا ہے۔ یہ قوانین ماہرین شریعت کے ذریعے قانونی صورت اختیار کرتے ہیں اور دنیا کے مفاد کی بہتری کا ذریعہ بنتے ہیں اور دین کی ذمہ داریوں میں یہ بھی ایک مستقل ذمہ داری ہے تاکہ ہمارا اجتماعی نظام قانون شریعت کے پابند ہوجائے۔ امام اعظم نوراللہ مرقدہ نے دین کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

" الدین اسم واقع علی الایمان والاسلام والشرائع کلھا " (دین تمام ہے ایمان کا اسلام اور جملہ شرعی قوانین کا)۔ آقائے دوجہاں تاج دار مدینہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو نبوت اور خلافت کا پایہ تخت بنایا۔ موسس اول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی فتح مبین کے بعد انسانی مساوات، امن وآزادی اور اخوت کا اعلان سلاطین عالم درباروں میں سفرا کی روانگی بیرونی سفرا کی مدینہ منورہ میں باریابی، صوبائی تنظیم، حکام کا تقرر، فرامین واحکام کے اجرا سے عہد نبویؐ میں سیاست اسلامیہ کے بنیادی اصول متعین صورت میں بروئے کار لائے اور خلافت راشدہ میں اسلامی سیاست کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ کر مشرق ومغرب کے سر پر پوری تابانیوں کے ساتھ چمکا۔ ابھی سو سال بھی نہ ہوئے تھے کہ اسلامی حکومت سب پر چھاگئی اور دنیا کی کوئی طاقت اس ابھرنے اوپر اٹھنے اور ساری کائنات تک اپنی روشنی پہنچانے میں مانع نہ ہوسکی۔

اسلامی طرز حکومت میں ہر حکومت کا اچھا پہلو نظر آتا ہے اور ہر فاسد پہلو اس کے دائرہ تصور سے خالی ہے۔ اس کو ہر زمانے کے لئے قیامت تک کیلئے ترقی پذیر طرز حکومت کہنا عین صحیح ہوگا۔ اسلامی طرز حکومت کو موجودہ یورپ کی شہنشاہیت کی گنجائش نہیں بلکہ اسلام نے اس غرور کی چٹان کو پوری قوت کے ساتھ توڑ کر رکھ دیا۔ ان کو امن وسلامتی کے نظام کی طرف بلایا۔ جب انہوں نے انکار کیا تو آپ نے اعلان فرمایا: " قیصروکسریٰ کے خاتمہ کے بعد نہ کوئی قیصر ہوگا نہ کوئی کسریٰ "

عہد فاروقی میں جب روم کا سفرمدینہ منورہ پہنچا اس نے دریافت کیا " تمھارا بادشاہ کہاں ہے " ؟ تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی طرف سے جواب ملا " مالنا ملک بل لنا امیر " ہمارا کوئی بادشاہ نہیں البتہ امیر ضرور ہے۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاندانی وراثت کے اصول کی زرا رعایت نہیں کی۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے: " اگر خلافت کےلئے قوت اور استعداد کی جگہ محبت کا اعتبار ہوتا تو وہ اپنے لڑکے کو حکومت پر فائز کرتے۔ اسدالغابہ ابن اثیر ج ۴ ص نمبر ۶۸

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے جانشین کے انتخابات میں اپنے صاحبزادہ عبداللہ ابن عمرؓ کے متعلق خود ہدایت فرمائی کہ ان کو منصب حکومت حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں "

حافظ عمادالدین ابن کثیر تفسیر ابن کثیر ج ۲ میں ارشاد فرماتے ہیں: اسلامی سوسائٹی کے نیکوکار اور شریعت اسلامیہ پر دسترس رکھنے والے ہی روئے زمین پر خدا کے نائب اور انسانیت کے راہنما انسانوں کے والی اور نگران ہیں اور وہی دنیا میں بہتر نظام قائم رکھنے والے ہیں۔

اسلامی حکومت اور مروجہ جمہوری حکومت کا فرق :-

(۱) اسلامی حکومت کے لئے مذہب بنیادی قانون کا درجہ رکھتا ہے۔ مروجہ جمہوری حکومت کا کوئی سرکاری مذہب نہیں ہوتا۔ (۲) اسلامی حکومت میں طاقت کا سرچشمہ خدا کی ذات واحد لاشریک کو قرار دیا گیا ہے، مگر جمہوری حکومت میں طاقت کا سرچشمہ عوام قرار پاتے ہیں۔ (۳) اسلامی حکومت میں مرتد ہونے کی قطعی گنجائش نہیں۔ جمہوری حکومت نہ مذہب کی حامی ہوتی ہے نہ مذہب کی دشمن۔ جمہوریت میں اپنے جمہور کو عقیدہ اور عمل کی آزادی کا پورا پورا حق حاصل ہے۔

(۴) اسلامی حکومت میں ایک امیر ہوتا ہے۔ قانون کے علمبردار انسان ہوتے ہیں۔ تاج تخت اور ایوان شاہی نہیں ہوتا ولیعہد نہیں ہوتا نہ شہزادے ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس جمہوری حکومت میں حکومت کا صدر ہوتا ہے۔ جمہور ملک کے باشندے ہوتے ہیں۔ (۵) جمہوری حکومت نام ہے جمہور کی حکومت کا۔ جمہوریت میں حکم کا سرچشمہ مرضی جمہور ہے۔ جمہور اپنی حکومت نظام حکومت قانون حکومت سب کچھ خود بناتے ہیں اور خدا کے حکم کی پرواہ نہیں کرتے، اس کے برعکس اسلامی حکومت امامت، خلافت اور امارت شوریٰ کا نام ہے۔ اس حکومت میں خدا کی مرضی اصل ہے۔ احکام کا سرچشمہ خداوند تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ رائے عامہ اس کے تابع اور زیراثر ہے۔

(۶) اسلامی حکومت میں امت کا ہر فرد حکومت کے امور میں براہ راست شریک ہوتا ہے۔ ہر شخص شوریٰ میں بذات خود پہنچ کر ارکان حکومت کے سامنے رائے پیش کرسکتا ہے۔ جمہوری حکومت میں ووٹ دیتے ہیں اور اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں۔ اصل جمہور نہ حکومت کی کرسی تک پہنچ سکتے ہیں نہ جمہوری ایوان میں داخل ہوسکتے ہیں۔ (۷) جمہوریت کا مرکز کمزور ہوتا ہے۔ صدر کو جمہوری ایوان کا خیال رکھنا پڑتا ہے، اگر جمہور خلاف قانون کسی فیصلہ پر جمع ہوجائیں تو حکومت الٹ جاتی ہے۔ حالات عام ہوں یا خاص حکومت کے کاموں کی رفتار سست رہتی ہے۔ بے لگام آزادی کی وجہ سے جمہور ہر وقت مرکز کو پارہ پارہ کرنے اور مرکز سے جدا ہونے کیلئے تیار رہتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی حکومت کا امام طاقتور ہوتا ہے۔ عام حالات میں اس کے حکم سے دنیا ادھر ادھر ہوجاتی ہے، اس کا ہر فیصلہ امرالہیٰ کے عین مطابق، اس کا عمل اتباع سنت اور اسوہ صحابہؓ سے مستفیض

اور مستنیر ہوتا ہے۔ امیر یا خلیفۃ المسلمین شوریٰ کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ سمجھتا ہے، اس کے بعد امیر کا ایک اشارہ بھی کافی ہے۔ جمہور اس کی اطاعت کرینگے وگرنہ باغی سمجھے جائیں گے۔ (۸). جمہوریت کا صدر جمہوری ایوان کی طرح اپنے وقت مقررہ کے لیے ہوتا ہے اور تاریخ مقررہ پر اپنے عہدے سے سبکدوش ہوجاتا ہے۔ صدر ہونے کے لیے یہ شرط ضروری نہیں کہ وہ قوم کا اچھا فرد ہو قانون الٰہی کا فرمانبردار ہو چاہے زانی بدمعاش اور عملی طور پر خدا کا دشمن ہی کیوں نہ ہو صرف ووٹوں کی اکثریت شرط اول ہے اس کے برعکس اسلامی حکومت کا امیر امت کا سب سے بڑا رہنما سب سے اعلیٰ ماہر قانون کتاب وسنت کو سب سے زیادہ جاننے والا اور اس پر عمل کرنے والا فرد ہو۔

نظام مصطفیٰ میں امیر مملکت کی ذمہ داریاں:- (۱) نظام مصطفیٰ میں عدل وانصاف کی یکسانیت اور افراد امت کی خدمت اصل بنیاد ہے۔ اسلام میں امیر یا خلیفہ یا مروجہ لفظ سربراہ حکومت راہ حق کا راہنما بھی ہوتا ہے اور قوم کا خادم بھی۔ وہ نیابت الٰہی کے منصب عظیم سے اگرچہ تمام امت کا والی ہوتا ہے لیکن اس کے عزل ونصب میں افراد امت دخیل ہوتے ہیں وہ مہمات امور ضروریہ میں شوریٰ کا پابند ہوتا ہے۔ (۲). نظام مصطفیٰ میں خلافت کا ایک ایسا مضبوط نقشہ پیش کیا گیا ہے جس میں امیر اور خلیفہ اور جماعت مسلمین کے درمیان ایک لمحہ کے لیے بھی حاکم اور محکوم کا علاقہ قائم نہیں ہوتا۔ (۳) نظام مصطفیٰ میں مساوات عام کو اساس بناکر جماعتی اور شخصی اقتدار کی جنگ کا خاتمہ کردیتا ہے۔ ایک حدیث ہیں:

" قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مامن امتی احد ولی عن امر الناس شیئاً لم یحفظھم بما حفظہ بہ نفسہ واھلہ الا لم یجد رائحۃ الجنۃ " (طبرانی معجم صغرا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے اگر کوئی شخص لوگوں کے معاملات کا والی بنا اور اس نے ان کے معاملات کی اس طرح حفاظت نہ کی جس طرح اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتا ہے تو جنت کو بو بھی نہیں پائے گا۔ دوسری حدیث میں

" عن سلمان قال ان الخلیفہ ھوالذی یقضی بکتاب اللّٰہ یشفق علی الرعیۃ شفقۃ الرجل علی اھلہ فقال کعب الاحبار صدق " (حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ صحیح معنی میں خلیفہ وہی ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور رعیت پر اس طرح شفقت کرے جس طرح ایک شخص اپنے اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے۔ کعب احبارؓ نے یہ سنا تو فرمایا سلمان! تو نے صحیح کہا۔ (۴). نظام مصطفیٰ میں عدل وانصاف اور زندگی کے تمام شعبوں میں امیر ومامور اور

رعایا وراعی مساوی ہیں مصر کے فاتح اور گورنر حضرت عمر بن عاصؓ کے بیٹے عبداللہ بن عمر نے ایک مصری کو کوڑے سے پیٹا۔ مصری بھاگ کر مدینہ منورہ آیا اور دربار خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عاصؓ کو ان کے بیٹے سمیت مدینہ منورہ بلایا ان کی موجودگی میں مصری کو حکم دیا کہ وہ عبداللہ بن عمر سے اپنا بدلہ لے۔ حضرت عمر بن عاصؓ دیکھ رہے تھے کہ انکا بیٹا ایک عام مصری کےہاتھ سے پٹ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا "متی استعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احراراً"
(تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا۔ (۸)۔ اسلامی ریاست میں امیر مملکت رعایا کی خوش حالی اور ان کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت کا ضامن ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ رعایا کی خوشحالی اور ان کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت کا ضامن ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ رعایا کی خوشحالی اور ان کی انتہائی نگہداشت کے سلسلہ میں راتوں کو تفتیش حالات کےلیے گشت کرتے تھے لیکن اس کو کافی نہیں سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ شب کا گشت تمام قلمرو میں پورے سال کیا کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہر قسم کی کوشش کے باوجود لوگوں کی بعض حاجات یقیناً پوری ہونے سے رہ جاتی ہیں کیونکہ وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ عمّال شاید مجھ تک نہ پہنچاتے ہوں اس لئے دو مہینے مصر دورہ کروں گا دو مہینے بحرین اسی طرح دو مہینے کوفہ وبصرہ کا۔ (۹)۔ اسلامی ریاست میں امیر مملکت قومی خزانہ کا امین ہوتا ہے۔ قومی خزانہ میں قوت لایموت روزینہ حاصل کرکے باقی دولت قوم کی ضروریات پر صرف ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے کسی شیریں چیز کھانے کیلئے بیت المال سے جو وظیفہ ملتا تھا اس میں سے حلوہ تیار کیا تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس قدر زائد رقم کو روزینہ سے کم کردیا۔ (۱۰)۔ نظام مصطفٰے نے شاہ وگدا کو جس طرح عبادات میں محمود و آیاز کو ایک صف میں کھڑا کردیا اسی طرح عدل وانصاف میں امیر مملکت کو بھی عام شہری کے برابر کھڑا کردیا۔ شاہ غسان جبلہ بن الہیم مسلمان ہوکر خانہ کعبہ کا طواف کرنے آیا اتفاقاً ایک غریب اعرابی کا پاؤں شہزادے کے ازاربند پر پڑیگا شہزادے نے طیش میں آکر اعرابی کے منہ پر طمانچہ رسید کردیا۔ اعرابی دربار خلافت میں انصاف طلب کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جبلہ کو طلب فرمایا حکم دیا اعرابی جبلہ کے منہ پر اسی طرح طمانچہ رسید کرے جس طرح جبلہ نے اعرابی کے منہ پر طمانچہ رسید کیا تھا۔ جبلہ نے کہا یا امیرالمومنین! مجھے اور ایک عام بدوی کو کس چیز نے برابر کردیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اسلام نے"۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی مساوات

کی ایک ایسی سنہری مثال قائم کی کہ اسلامی حکم کے مقابلہ میں ایک جبلہ کیا ہزار جبلہ بھی ظلم وزیادتی کرے تو اس سے بھی قصاص اور بدلہ لیا جاسکتا ہے۔ (۱۱) نظام مصطفٰے میں امیر مملکت پوری قوم کے سامنے جواب دہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبویؐ میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص اٹھا، حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے مال غنیمت کی جو چادریں ہمیں ملی ہیں ان سے ہمارا کرتہ نہیں بن سکا لیکن آپ مال غنیمت کی چادروں کا کرتہ پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کھڑے ہوکر اس شخص کے سوال کا جواب دیا کہ میں نے اپنے حصہ کی چادر اپنے والد کو دے دی جس سے امیرالمومنین کا کرتہ مکمل ہوا۔ وہ شخص مطمئن ہوا۔ امیر مملکت پوری قوم کا امین ہوتا ہے اور اس کے مال کی اس طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح ماں اپنے بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ ایک دن عراق کا ایک وفد سیدنا حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک وفد حاضر خدمت ہوا۔ اس میں احنف بن قیس بھی تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا حضرت عمرؓ اپنی عبا کا عمامہ باندھکر بیت المال کے اونٹ کو روغن مل رہے تھے فرمایا احنف! کپڑے اتار اور اس اونٹ کے سلسلے میں میری مدد کر کیونکہ یہ بیت المال کا اونٹ ہے اس میں بہت سے یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کا حق ہے۔ ایک شخص بولا امیرالمومنین! آپ کسی غلام کو کیوں نہ حکم دیا؟ آپ نے فرمایا مجھ سے اور احنف سے بڑا کون غلام ہوگا۔ جو شخص مسلمانوں کے امور کا والی بنے اس پر واجب ہے غلام کی طرح مخلص اور امین رہے۔